اہل السنّۃ کون اور مُرجئہ کون؟

سلف صالحین کی نظر میں

تالیف

ابو عبداللہ طارق حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اهل السنّة کون
اور
مُرجئہ کون؟

سلف صالحین کی نظر میں

تالیف

ابو عبد اللہ طارق حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاءِ والمرسلین ٗ اما بعد!

اوائل اسلام میں جب مختلف فتنوں نے سر اُٹھایا تو ائمہ اہل السنۃ کی طرف سے ان کی بھرپور علمی تردید کی گئی۔ ان میں سے 'مسئلۂ ایمان و کفر' میں ایک طرف خوارج و معتزلہ تھے تو دوسری انتہا پر مرجئہ وجہمیہ جمے ہوئے تھے۔ جبکہ اہل السنّۃ ان دو انتہاؤں کے وسط میں راہِ اعتدال پر قائم تھے اور آج بھی ہیں اور یہ بھی حقیقت بلاریب ہے کہ مرجئہ وجہمیہ کی طرف سے اہل السنۃ کو خارجی ہونے کا طعنہ دیا گیا اور خوارج و معتزلہ کی طرف سے اہل السنۃ کو مرجئہ ہونے کا الزام دیا گیا جبکہ ائمہ اہل السنۃ نے اِفراط و تفریط پر مبنی ان افکار و نظریات اور ان کے حاملین کا ردّ کرتے ہوئے ان سے ہمیشہ برات کا اظہار کیا۔

اب ماضی قریب میں بعض عرب علاقوں میں خوارج و معتزلہ کے نظریات کے زیر اثر اور بعض مسلم حکام کے ظلم و ستم کے ردّ عمل میں تکفیری افکار اور تحریکوں نے سر اُٹھایا تو علماے اہل السنّۃ نے اُن کا بھرپور تعاقب کیا۔ جس پر اِن تکفیری حضرات کی جانب سے اپنے بڑوں کی روش پر اہل السنۃ و الجماعہ اور سلفی نظریات کے حامل علما کو مرجئہ وجہمیہ کے القابات سے نوازا گیا اور ہمارے اس دور میں پاکستان میں بھی انہی نظریات کے زیر اثر یا لاعلمی کی بنا پر بعض حضرات ابو بصیر عبد المنعم طرطوسی[1] اور ابو عزیر عبد الالٰہ یوسف الجزائری ایسے حضرات کے انہی افکار و نظریات کو اُمت میں بیداری واِحیا کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔ پھر انہی افراد کی طرف سے شیخ ابن بازؒ، شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ اور شیخ صالح فوزانؒ وغیرہ علما کو طرح طرح کے القاب واِلزامات سے نوازنے کے علاوہ شیخ البانیؒ اور ان کے اصحاب کو مرجئہ وجہمیہ کے طعنے بھی دیے جا رہے ہیں۔

1 جو بذاتِ خود طاغوتِ اعظم برطانیہ میں 'مستامن' کا حیلہ کرکے وہاں رہائش رکھے ہوئے ہیں۔

زیر نظر مضمون میں اسی بات کو اقوالِ سلف سے واضح کیا گیا ہے کہ ایمان اور اِرجا کیا ہے اور مرجئہ و جہمیہ کون ہیں؟ اور اہل السنّہ والجماعہ کو خارجی و معتزلی نظریات کے حامل حضرات کی طرف سے جو مرجئہ و جہمیہ ہونے کا طعنہ دیا جارہا ہے، وہ سراسر باطل ہے۔ اس سلسلے میں پہلے ہم ایمان اور اِرجا کے مفہوم سے موضوع کا آغاز کرتے ہیں:

ائمۂ اہل سنت کے نزدیک 'عمل' ایمان کا جز ہے، اور ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اِقرار اور عمل سے مرکب ہے، اور ایمان میں کمی و بیشی بھی ہوتی ہے۔ اکثر ائمۂ اسلاف ایمان کو 'قول و عمل' کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور قول سے ان کی مراد ہے: قولِ قلب یعنی دل سے تصدیق اور قولِ لسان یعنی زبان سے اِقرار ...

اسی طرح عمل کی بھی دو قسمیں ہیں: عملِ قلب اور عملِ جوارح[1]

اہل السنہ والجماعہ کے ہاں 'ایمان کیا ہے؟'

1. عقیدہ طحاویہ کے مشہور شارح امام ابن ابی العز حنفیؒ رقم ہیں:

ولا خلاف بين أهل السنة والجماعة أن الله تعالىٰ أراد من العباد القول والعمل وأعني بالقول: التصديق بالقلب والإقرار باللسان وهٰذا الذي يعنى به عند اطلاق قولهم: الإيمان قول و عمل[2]

''اہل سنت کے ہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے قول و عمل کو چاہتے ہیں اور قول سے میری مراد ہے: دل سے تصدیق اور زبان سے اِقرار، اور ایمان قول و عمل پر مشتمل ہے۔''

2. شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ کے حوالہ سے اہل مکہ، اہل کوفہ، اہل بصرہ، اہل واسط اور اہل مشرق کی ایک بہت بڑی جماعت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قال أبوعبيد هٰؤلاء جميعًا يقولون: الإيمان قول و عمل يزيد و

1 الایمان از ابن تیمیہ: ص149، 137؛ کتاب الصلوٰۃ از ابن قیم: ص26؛ شرح العقیدہ الطحاویۃ از ابن ابی العز حنفی: ص341، 333

2 شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ص333

ينقص وهو قول أهل السنة والجماعة المعمول به عندنا[1]

”ابو عبید نے کہا کہ یہ سب (یہی) کہتے ہیں ایمان قول وعمل ہے۔ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے او ریہی اہل السنہ والجماعہ کا قول ہے جو کہ ہمارے ہاں معمول بہ ہے۔“

3. ابو یوسف یعقوب بن سفیانؒ فرماتے ہیں:

الإيمان عند أهل السنة والجماعة: الإخلاص لله بالقلوب والألسنة والجوارح وهو قول وعمل ويزيد وينقص، علىٰ ذلك وجدنا كل من أدركنا من عصرنا بمكة والمدينة والشام والبصرة والكوفة.[2]

”اہل سنت کے ہاں ایمان دلوں، زبانوں اور جوارح کے ساتھ اللہ کے لیے اِخلاص ہے اور یہ قول و عمل ہے، اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنے زمانہ میں مکہ، مدینہ، شام، بصرہ اور کوفہ میں سب کو اسی موقف پر پایا ہے۔“

4. آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

أدركتُ أهل السنة والجماعة على ذلك[3]

”میں نے اہل سنت والجماعت کو اسی پر پایا ہے۔“

اور پھر ائمہ اسلاف، فقہاے کرام اور محدثین عظام میں سے بہت بڑی جماعت کے نام ذکر کرتے ہیں کہ یہ اسی مذہب کے قائل تھے۔

5. مذاہب اور فرقوں کے موضوع پر لکھے جانے والے انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

أما أهل السنة والجماعة فإن الإيمان عندهم تصديق بالجنان وقول اللسان عمل بالأركان يزيد بالطاعة و ينقص بالمعاصي[4]

”اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور عمل بالارکان ہے، اس

---

1 الایمان: ص243

2 شرح اُصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعہ: 2/60

3 ایضاً: 2/56

4 الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب والاحزاب المعاصرۃ: 2/154، 1/44

میں نیک اعمال سے اِضافہ ہوتا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے کمی۔"

صحابہ وتابعین عظام

6. امام بغویؒ فرماتے ہیں:

اتفقت الصحابة والتابعون فمن بعدهم من علماء السنة علىٰ أن الأعمال من الإيمان... وقالوا إن الإيمان قول وعمل وعقيدة يزيد بالطاعة وينقص بالمعصية.[1]

"صحابہ رضی اللہ عنہم تابعینؒ اوران کے بعد علماے سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعمال ایمان میں سے ہیں اور یہ کہ بلاشبہ ایمان قول و عمل اور عقیدہ ہے۔ نیکی سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نافرمانی سے کمی واقع ہوتی ہے۔"

7. صحابہ کرام کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

والماثور عن الصحابة و أئمة الدين وجمهور السلف وهو مذهب أهل الحديث وهو المنسوب إلىٰ أهل السنة أن الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص، يزيد بالطاعة و ينقص بالمعصية وأنه يجوز الاستثناء فيه[2]

"صحابہ رضی اللہ عنہم ، ائمہ دین اور جمہور سلف سے منقول، اور یہی اہل حدیث کا مذہب ہے، اور اہل السنہ کی طرف اسی کی نسبت ہے کہ ایمان قول و عمل ہے، اس میں کمی وبیشی واقع ہوتی ہے۔ نیکی سے ایمان زیادہ ہوجاتا ہے اور معصیت سے کم اور بلاشبہ ایمان میں استثنا جائز ہے۔"

8. حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

فذهب السلف إلىٰ أن الإيمان يزيد وينقص وأنكر ذلك أكثر المتكلمين[3]

---

1 شرح السنۃ از بغوی:1/78

2 مجموع الفتاویٰ از ابن تیمیہ:7/505

3 فتح الباری:1/64

”سلف صالحین کے ہاں ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے اور (سلف کے اس موقف کو ماننے سے) اکثر متکلمین نے انکار کیا ہے۔“

9. صحابی رسول عبداللہ بن مسعودؓ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم زدنا إيمانًا ويقينًا وفقهًا[1]

”اے اللہ ہمارے ایمان، یقین اور دین کی سمجھ میں اضافہ فرما۔“

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

إسناده صحيح وهٰذا أصرح في المقصود [2]

”اس (اثر) کی سند صحیح ہے اور یہ مقصود (یعنی ایمان میں کمی و بیشی ہونے) میں واضح ترین ہے۔“

10. صحابی رسول جندبؓ فرماتے ہیں:

ہم طاقتور نوجوان نبی ﷺ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔فتعلّمنا الإيمان قبل أن نتعلّم القرآن ثم تعلّمنا القرآن بعد فَازْدَدْنَا إيمانًا[3]

”ہم نے قرآن سیکھنے سے پہلے ایمان کو سیکھا پھر اس کے بعد ہم نے قرآن کو سیکھا تو ہمارے ایمان میں اِضافہ ہو گیا۔“

11. خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عامل عدی بن عدی کو خط لکھا:

إن للإيمان فرائض و شرائع وحدودًا وسننًا فمن استكملها استكمل الإيمان ومن لم يستكملها لم يستكمل الإيمان[4]

”یقیناً ایمان کے لیے فرائض و شرائع اور حدود و سنن ہیں، جس نے ان کو پورا کیا اس نے ایمان کو مکمل کر لیا اور جس نے اُنکو پورا نہیں کیا اس نے ایمان کو مکمل نہیں کیا۔“

12. حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

---

1 شرح اُصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ:2/45؛ الایمان: ص177، السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ص109 الرقم 797؛ الشریعہ: ص109

2 فتح الباری:1/66

3 السنۃ لابن احمد ص109 الرقم 799، الایمان لابن تیمیہ ص178، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ 2/45 از لالکائی

4 صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی بنی الاسلام علی خمس تعلیقاً؛ شرح السنۃ از بغوی:1/79، ابن ابی شیبۃ الرقم 30435

والغرض من هذا الأثر أن عمر بن عبد العزيز كان ممن يقول بأن الإيمان يزيد و ينقص حيث قال استكمل ولم يستكمل

''اس اثر سے مقصود یہ ہے کہ بلاشبہ عمر بن عبدالعزیزؒ ان لوگوں میں سے تھے جن کے نزدیک ایمان میں کمی اور زیادتی واقع ہوتی ہے جیسا کہ ان کا فرمان ہے کہ اس نے (اپنے ایمان کو) مکمل کر لیا اور (جس نے عمل نہیں کیا) اس نے اپنے ایمان کو مکمل نہیں کیا۔''[1]

ائمہ فقہائے محدثین

13. امام ابن ابی العز حنفی فرماتے ہیں:

فذهب مالك والشافعي والأوزاعي وإسحٰق بن راهويه وسائر أهل الحديث وأهل المدينة رحمهم الله وأهل الظاهر وجماعة من المتكلمين إليٰ أنه تصديق بالجنان وإقرار باللسان وعمل بالأركان[2]

''امام مالک، شافعی، اوزاعی، اسحٰق بن راہویہ، تمام اہل الحدیث، اہل مدینہ، اہل ظاہر رحمۃ اللہ علیہم اور متکلمین کی ایک جماعت کے ہاں ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور عمل بالارکان ہے۔''

14. امام عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں:

كان معمر وابن جريج والثورى ومالك وابن عيينة يقولون: الإيمان قول وعمل يزيد وينقص وأنا أقول: ذلك الإيمان قول وعمل يزيد وينقص وإن خالفتُهم فقد ضللت إذًا وما أنا من المهتدين[3]

''معمرؒ، ابن جریجؒ، ثوریؒ، مالکؒ اور ابن عیینہؒ کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل ہے۔ اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ایمان قول و عمل ہے۔ اس میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور اگر میں نے ان (ائمہ و فقہا) کی مخالفت کی تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور رہدایت یافتہ لوگوں میں سے

1 فتح الباری:1/66
2 شرح العقیدہ الطحاویہ: ص332
3 الشریعہ از آجری: ص113، التمہید لابن عبدالبر 4/165؛ السنہ از عبداللہ بن احمد: ص97، رقم 726، واللفظ لہ

نہیں ہوں گا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: وھؤلاء فقھاء الأمصار في عصرھم

"یہ لوگ اپنے زمانے میں شہروں کے فقہا تھے۔"[1]

مسئلہ ایمان کی ماہیت میں یہی موقف امام مالکؒ[2]، امام شافعیؒ[3]، امام احمد بن حنبلؒ[4] اور ائمہ ثلاثہ سے شرح العقیدہ الطحاویہ[5] میں، اور امام عبد اللہ بن مبارکؒ[6]، امام وکیعؒ اور امام ثوریؒ[7] سے منقول ہے۔ تفصیل کے لئے محولہ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

15. امام بخاریؒ صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں:

وھو قول وعمل ویزید وینقص[8]

"اور ایمان قول و عمل ہے، اس میں کمی و زیادتی ہوتی ہے۔"

اور پھر اس پر بطورِ دلیل بکثرت قرآنی آیات ذکر فرماتے ہیں۔ اور آخر میں ذکر فرماتے ہیں: والحب في اللہ والبغض في اللہ[9]

اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

واستدل بذلك علیٰ أن الایمان یزید وینقص لأن الحب والبغض یتفاوتان[10]

"امام بخاریؒ نے اس سے اس بات پر اِستدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی اور زیادتی ہے کیونکہ محبت

---

1 فتح الباری: 1/65
2 الشریعہ: ص113
3 فتح الباری: 1/65
4 الشریعہ: صفحہ113
5 صفحہ333
6 السنۃ از عبد اللہ بن احمد: ص85
7 السنۃ از عبد اللہ بن احمد: ص82، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعہ: 2/59
8 صحیح البخاری: 1/5 درسی
9 ایضاً
10 فتح الباری: 1/65

اور بغض میں (مقدار کے لحاظ سے) کمی وبیشی ہوتی ہے۔"

نیز فرماتے ہیں:

رویٰ اللالكائي بسند صحيح عن البخاری قال: لقيتُ أكثر من ألف رجل من العلماء بالأمصار فما رأيت أحدًا يختلف في أن الإيمان قول وعمل ويزيد وينقص[1]

"لالکائی نے بسند صحیح امام بخاریؒ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے (مختلف) شہروں میں ایک ہزار سے زائد علمائے زمانہ سے ملاقات کی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ایمان کے قول و عمل ہونے اور اس کے کم وزیادہ ہونے میں اختلاف نہیں کرتا تھا۔"

16. سہل بن المتوکل شیبانی فرماتے ہیں:

أدركت ألف أستاذ وأكثر كلّهم يقولون: الإيمان قول وعمل يزيد وينقص والقرآن كلام الله غير مخلوق وكتبتُ عنهم[2]

"میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ کو پایا ہے، وہ سب یہی کہتے تھے کہ ایمان قول و عمل ہے۔ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے اور میں نے ان سے لکھا (بھی) ہے۔"

17. امام سفیان بن عیینہؒ سے پوچھا گیا: الإيمان يزيد وينقص؟ کیا ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) (فَـزَادَهُمْ إِيْـمَـانًـا)[3] "اِس نے ان کے ایمان میں اِضافہ کر دیا۔"

قيل ينقص؟ قال ليس شيء يزيد إلا وهو ينقص[4]

"پھر آپ سے پوچھا گیا کہ کیا ایمان کم بھی ہوتا ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ جس چیز میں

1 فتح الباری:1/65
2 شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ:2/61
3 آل عمران:173
4 الشریعہ از آجری:ص112

زیادتی واقع ہوتی ہے،(لامحالہ)اس میں کمی بھی واقع ہوتی ہے۔“

18۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

وبثبوتها يثبت المقابل فإن كل قابل للزيادة قابل للنقصان ضرورة[1]

”(ایمان میں زیادتی) کے ثبوت کے بعد اس کے مدمقابل (یعنی ایمان کا کم ہونا) بھی ثابت ہو جاتا ہے۔بلاشبہ ہر زیادتی کو قبول کرنے والی چیز لامحالہ کمی کو بھی قبول کرنے والی ہے۔“

19۔امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عقبہ بن علقمہ فرماتے ہیں:

سألت الأوزاعي عن الإيمان أيزيد؟ قال: نعم حتى يكون كالجبال، قلت فينقص؟ قال: نعم حتى لا يبقى منه شيء[2]

”میں نے امام اوزاعیؒ سے سوال کیا کہ کیا ایمان زیادہ ہوتا ہے ؟اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں، حتیٰ کہ پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔میں نے کہا کہ کیا ایمان کم ہوتا ہے ؟تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں، حتیٰ کہ (کم ہوتے ہوتے بالآخر) کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔“

20۔شیخ محی الدین کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ راقم ہیں:

قال الشيخ:والأظهر المختار أن التصديق يزيد وينقص بكثرة النظر ووضوح الأدلة ولهٰذا إيمان الصديق أقوٰى من إيمان غيره بحيث لا يعتريه الشبهة ويؤيده أن كل أحد يعلم أن ما في قلبه يتفاضل حتى أنه يكون في بعض الاحيان أعظم يقينًا وإخلاصًا وتوكلًا منه في بعضها وكذلك في التصديق والمعرفة بحسب ظهور البراهين وكثرتها، وقد نقل محمدبن نصرالمروزى في كتابه تعظيم قدرالصلاة عن جماعة من الأئمة نحوذلك[3]

شیخ (محی الدینؒ) فرماتے ہیں:”ظاہر و مختار یہی ہے کہ کثرتِ غور و فکر اور دلائل کے واضح ہونے کے سبب سے تصدیق میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔اسی لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان سب سے زیادہ

1 فتح الباری:1/65
2 شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ:2/57
3 فتح الباری:1/64

مضبوط تھا اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ بلاشبہ اس کے دل میں جو (ایمان) ہے، وہ زیادہ ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات یقین واخلاص اور توکل میں بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے بنسبت دوسرے اوقات کے۔ اور دلائل کے ظہور و کثرت کے حساب سے تصدیق ومعرفت بھی ایسے ہی ہے اور امام محمد بن نصر مروزیؒ نے (بھی) اپنی کتاب تعظیم قدر الصلاۃ میں ائمہ کی جماعت سے اسی کی مثل (ہی) نقل کیا ہے۔"

21۔ محدث العصر شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ بھی مسئلۂ ایمان میں سلف کے متبع اور اہل سنت کے ترجمان تھے، فرماتے ہیں: الإیمان یزید وینقص[1]

"ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے۔"

الغرض ائمہ فقہاو محدثین کی مذکورہ بالا تصریحات اس باب میں واضح ہیں کہ

"اہل السنۃ والجماعہ: سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک عمل ایمان کا حصہ ہے اور ایمان میں کمی وبیشی واقع ہوتی ہے۔"

إرجــاء

1. شیخ محمد بن عبد الکریم شہرستانی راقم ہیں:

والإرجاء علىٰ معينين: أحدهما: التاخير كما في قوله تعالىٰ (قَــالُــوْا أَرْجِهْ وَأخَاهُ)[2] أى أمهله. والثاني: إعطاء الرجاء... أما اطلاق اسم المرجئة على الجماعة بالمعنى الأول فصحيح لأنهم كانوا يؤخرون العمل عن النية والإعتقاد. وأما بالمعنى الثاني فظاهر، فإنهم كانوا يقولون: لا يضرمع الإيمان معصية، كما لا ينفع مع الكفر طاعة[3]

1 السلسلۃ الصحیحۃ از البانی: 4/369، موسوعۃ الالبانی: 4/99

2 الشعراء: 36

3 الملل والنحل از شہرستانی: 1/186

"إرجاء کے دو معنی ہیں: پہلے معنی ہیں تاخیر (مؤخر کرنے) کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (قَالُوْا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ)[1] یعنی فرعون کے درباریوں نے کہا: موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور ان کے معاملہ کو ملتوی کر۔"

یہاں إرجاء کے معنی ہیں 'أمهله' اسے مہلت دے اور 'أخره' اسے مؤخر کر۔

(إرجاء کے) دوسرے معنی ہیں: "اُمید دلانا"... رہا اس فرقہ پر 'المرجئۃ' کے نام کا اطلاق تو پہلے معنیٰ کے لحاظ سے یہ صحیح ہے کیونکہ یہ لوگ عمل کو نیت اور اعتقاد سے مؤخر کرتے تھے۔ رہا دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے (اس فرقہ کی وجہ تسمیہ) تو یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ یہ لوگ (خصوصاً جہمیہ) کہتے تھے کہ ایمان کے ساتھ کوئی معصیت نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ کفر کے ساتھ کوئی نیکی مفید نہیں۔"

2. حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ راقم ہیں:

والمرجئة نُسبوا إلىٰ الأرجاء وهو التاخير لأنهم أخَّروا الأعمال عن الإيمان فقالوا: الإيمان هو التصديق بالقلب فقط، ولم يشترط جمهورهم النطق، وجعلوا للعصاة اسم الإيمان علىٰ الكمال وقالوا: لا يضر مع الإيمان ذنب أصلاً[2]

"إرجاء (کے معنی) مؤخر کرنا ہے اور مرجئہ کی نسبت 'اِرجا' کی طرف کی گئی ہے کیونکہ یہ لوگ اعمال کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں (یعنی اعمال کو ایمان کا جز قرار نہیں دیتے) اُنہوں نے کہا کہ ایمان صرف دل سے تصدیق (کا نام) ہے اور ان کے جمہور نے تو (ایمان کے لیے) زبان سے اقرار کو بھی شرط قرار نہیں دیا اور اُنہوں نے گنہگاروں کو مؤمن کامل قرار دیا ہے اور یہ (خصوصاً جہمیہ) کہتے ہیں کہ ایمان کی موجودگی میں گناہ نقصان نہیں پہنچاتا۔"

3. امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سئل أبي عن الإرجاء فقال: الإيمان قول وعمل ويزيد و ينقص إذا

---

1 سورۃ الاعراف: 111

2 فتح الباری: 1/147

زنی و شرب الخمر نقص إیمانُه[1]

”میرے باپ (امام احمد) سے إرجاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ایمان قول و عمل ہے اور کم و زیادہ ہوتا ہے جب (کوئی مؤمن) زنا کرے، شراب پی لے تو اس کا ایمان کم ہوجاتا ہے۔“

4. ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں زبید فرماتے ہیں:

سألتُ أبا وائل عن المرجئة میں نے ابو وائل سے مُرجئہ کے بارے میں سوال کیا، تو اُنھوں نے کہا کہ عبد اللہ (ابن مسعودؓ) نے مجھے حدیث بیان کی۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سباب المسلم فسوق وقتاله کفر [2]

”مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس سے قتال کفر ہے۔“

امام احمدؒ سے إرجاء اور ابو وائل سے مرجئہ کے بارے میں سوال ہوا، تو ان دونوں کے جواب سے یہ بات واضح ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے اور اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ گناہ سے ایمان میں نقص واقع ہوتا ہے اور یہ ایمان کو نقصان پہنچاتا ہے جبکہ مرجئہ کا کوئی بھی گروہ اس کا قائل نہیں اور یہ إرجاء ہے۔

5. صالح بن احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

أنه سأل أباه عن من لایریٰ الإیمان قول وعمل قال: هؤلاء المرجئة[3]

”بلاشبہ اُنھوں نے اپنے باپ سے ایسے لوگوں کے بارے میں سوال کیا جن کے نزدیک ایمان قول و عمل نہیں ہے تو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ مرجئہ ہیں۔“

وسئل أبوعبد الله وأنا أسمع عن الإرجاء ما هو؟ قال من قال: الإیمان قول فهو مرجئ. والسنة أن تقول الإیمان قول وعمل، یزید

---

1 السنۃ از ابن احمد: 81، دوسرا نسخہ: 1/ 307، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ: 2/ 59

2 صحیح البخاری: 48

3 السنۃ از خلال: 2/ 566

وينقص[1]

"(راوی ابو الحارثؒ کہتے ہیں) میں سن رہا تھا کہ ابو عبد اللہ (امام احمدؒ) سے سوال کیا گیا کہ ارجا کیا ہے؟ توانُہوں نے جواب دیا کہ جس نے کہا کہ ایمان قول ہے پس وہ مرجئہ ہے۔ (سلف کا) طریقہ یہ ہے کہ تو کہے کہ ایمان قول و عمل ہے، کم اور زیادہ ہوتا ہے۔"

6. امام وکیعؒ فرماتے ہیں:

أهل السنة يقولون: الإيمان قول وعمل والمرجئة يقولون: الإيمان قول والجهمية يقولون: الإيمان معرفة[2]

"اہل سنت کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل ہے اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے اور جہمیہ کہتے ہیں کہ ایمان معرفت ہیں۔"

7. امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں:

خالفنا المرجئة في ثلاث. نحن نقول الإيمان قول وعمل وهم يقولون: الإيمان قول بلاعمل، ونحن نقول: يزيد وينقص وهم يقولون: لا يزيد ولا ينقص، ونحن نقول:نحن مؤمنون بالإقرار وهم يقولون: نحن مؤمنون عند الله[3]

"مرجئہ نے تین چیزوں میں ہماری مخالفت کی ہے، ہم کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل ہے جبکہ مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے عمل کے بغیر، اور ہم کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے جبکہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان نہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ، اور ہم کہتے ہیں کہ ہم اقرار کے ساتھ مؤمن ہیں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہاں مؤمن ہیں۔"

خلاصۂ کلام

یہ ہے کہ سلف کے نزدیک عمل ایمان کا جز اور اس میں شامل ہے، لیکن مرجئہ کے نزدیک عمل ایمان کا

---

1 السنۃ از خلال:2/566، رقم:964

2 الشریعہ از آجری صفحہ 137

3 شرح السنۃ از بغوی:1/80، حلیۃ الاولیاء:7/29

جز اور اس میں شامل نہیں ہے۔ سلف کے نزدیک ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے جبکہ مرجئہ کے نزدیک ایمان کم اور زیادہ نہیں ہوتا۔ اہل السنہ والجماعہ اور مرجئہ کے درمیان پائے جانے والے اس اختلاف کو بڑے واضح الفاظ میں شیخ البانیؒ بیان فرماتے ہیں:

الخلاف جذري بين أهل السنة حقًا و بين المرجئة حقًا من ناحيتين اثنتين: أن أهل السنة يعتقدون أن الأعمال الصالحة من الإيمان وأما المرجئة فلا يعتقدون ذلك ويصرحون بأن الإيمان هو إقرار باللسان وتصديق بالجنان وهو القلب، أما الأعمال الصالحة فليست من الإيمان وبذلك يردون نصوصًا كثيرة لا حاجة بنا إلىٰ ذكر شيء منها علىٰ الأقل إلا إذا اضطرنا.

هٰذا هي النقطة الأولىٰ التى يخالف المرجئة فيها أهل السنة حقًا، النقطة الثانية وهي تتفرع من النقطة الأولىٰ وهى: أن أهل السنة يقولون:الإيمان يزيد وينقص، زيادته بالطاعة، ونقصانه بالمعصية، والمرجئة ينكرون هذه الحقيقة الشرعية ويقولون:بأن الإيمان لا يزيد ولا ينقص[1]

”خالص اہل السنہ اور خالص مرجئہ کے مابین بنیادی اختلاف دو اعتبار سے ہے: بلاشبہ اہل سنت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بے شک نیک اعمال ایمان میں سے ہیں، اور رہے مرجئہ تو وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے اور صراحتاً یہ کہتے ہیں کہ ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق ہی ہے۔ رہے اعمالِ صالحہ تو وہ ایمان میں سے نہیں ہیں اور اس بنا پر وہ بہت زیادہ نصوص کو بھی ردّ کر دیتے ہیں۔ یہ ہے وہ پہلا نکتہ جس میں مرجئہ نے خالص اہل السنہ کی مخالفت کی ہے۔

اور دوسرا نکتہ جو کہ پہلے نکتے سے ہی نکلتا ہے، یہ ہے کہ بلاشبہ اہل سنت کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے، اس کا زیادہ ہونا نیکی کے سبب سے ہے اور کم ہونا معصیت کی وجہ سے ہے، اور مرجئہ اس شرعی حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم۔“

1 موسوعۃ الألبانی:4/153،152

مرجئہ کی اَقسام

اہل السنۃ کے نزدیک مسئلہ ایمان میں مرجئہ کی چار اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ مذاہب و ادیان کے انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

فمنهم من يقول: إن الإيمان قول باللسان وتصديق بالقلب فقط وبعضهم يقصره علي قول اللسان والبعض الآخر يكتفي في تعريفه بأنه التصديق وغالى آخرون منهم فقالوا: إنه المعرفة [1]

"ان مرجئہ میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق ہے اور بعض کے نزدیک ایمان صرف زبان سے اقرار ہے اور بعض دوسرے ایمان کی تعریف میں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ تصدیق ہے اور کچھ دوسروں نے غلو کرتے ہوئے کہا کہ ایمان (صرف) معرفت ہے۔"

1) مرجئہ فقہا

اسی انسائیکلوپیڈیا میں مزید رقم ہے:

من قال إن الإيمان تصديق القلب وقول اللسان وهم مرجئة الفقهاء

"جو کہتے ہیں کہ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے، وہ مرجئہ فقہا ہیں۔"

نيز أخرجوا الأعمال من مسمى الإيمان مما نشأ عندهم عدم القول بالزيادة والنقصان وعدم الإستثناء في الإيمان مع اعتبار الأوائل منهم لأهمية الأعمال حيث عدوها من لوازم الإيمان و رتبوا على الإخلال بها الوعيد وعلى العمل بها الزيادة في الثواب... بالجملة فإن هذا النوع هو أخف أنواع الإرجاء[2]

"اُنہوں نے اعمال کو مسمی ایمان سے خارج کر دیا جس سے ان کے ہاں ایمان میں کمی و بیشی نہ ہونے اور عدمِ استثنا کا قول وجود میں آیا، اس کے باوجود ان میں سے متقدمین نے اعمال کو لوازمِ

---

1 الموسوعۃ المیسرۃ: 2/1153

2 ایضاً

ایمان میں شمار کر کے اور عمل نہ کرنے والے پر وعید اور عمل کرنے پر ثواب میں زیادتی کو مرتب کر کے اعمال کی اہمیت کا اعتبار کیا ہے پس یہ اِرجا کی سب سے ہلکی قسم ہے۔"

یعنی ان کے نزدیک اعمال ثمرۂ ایمان اور اس کا مقتضیٰ ہیں، جز نہیں۔ [1]

امام ابن تیمیہؒ راقم ہیں:

والمرجئة الذين قالوا: الإيمان تصديق القلب وقول اللسان والأعمال ليست منه كان منهم طائفة من فقهاء الكوفة وعبادها ولم يكن قولهم مثل قول جهم[2]

"وہ مرجئہ جنہوں نے کہا کہ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے اور اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں، ان میں کوفہ کے فقہاو عبّاد کا ایک گروہ بھی ہے اور ان کا (یہ) قول جہم کے قول جیسا نہیں ہے۔"

ان کے نزدیک ایمان شے واحد ہے اور اصل ایمان میں تمام مؤمن برابر ہیں۔"[3]

مزید فرماتے ہیں:

وكان أكثرهم من أهل الكوفة ولم يكن أصحاب عبد الله من المرجئة ولا إبراهيم النخعي وأمثاله. فصاروا نقيض الخوارج والمعتزلة، فقالوا: إن الأعمال ليست من الإيمان وكانت هذه البدعة أخف البدع، ولم أعلم أحدًا منهم نطق بتكفيرهم بل هم متفقون علىٰ أنهم لا يكفرون في ذلك وقد نص أحمد وغيره من الأئمة علىٰ عدم تكفير هؤلاء المرجئة[4]

"اور ان کی اکثریت اہل کوفہ میں سے تھی (البتہ) عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد اور ابراہیم نخعی اور ان جیسے لوگ مرجئہ میں سے نہیں تھے۔ اور یہ مرجئہ خوارج اور معتزلہ کی نقیض تھے۔ انہوں نے کہا کہ اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں اور یہ بدعت (مرجئہ کی) بدعتوں میں سے سب

---

1 الایمان لابن تیمیہ: ص162؛ شرح العقیدۃ الطحاویۃ از مفتی احسان اللہ شائق: ص144، طبع دار الاشاعت کراچی
2 الایمان لابن تیمیہ: ص154
3 عقیدہ طحاویہ مع الشرح لابن ابی العز الحنفی: ص538
4 مجموع الفتاویٰ: 7/507

سے زیادہ ہلکی ہے (سلف اور ائمہ نے ان پر سخت نکیر و تغلیظ کی ہے البتہ) میں کسی کو نہیں جانتا جس نے ان کی تکفیر کی ہو بلکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ اس (مسئلہ ایمان) میں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ان مرجئہ کی عدم تکفیر پر امام احمدؒ وغیرہ ائمہ سے نص ہے۔‘‘

2) جہمیہ

ایمان کی تعریف اور مفہوم ومراد کے لحاظ سے ایک گروہ جہمیہ کا ہے۔ یہ لوگ جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں جو 128ھ میں قتل ہوا، اسے مسلم بن احوز مازنی نے ’مرو‘ کے مقام پر قتل کرادیا تھا۔

الموسوعۃ المیسرۃ میں ہے:

من غالي منهم وقال إنه المعرفة وهو قول الجهم بن صفوان ومن وافقه. ويلزم من قولهم هٰذا أن ابليس وفرعون لعنهما الله تعالىٰ كانا مؤمنين كاملى الإيمان وأن معنى الكفر عندهم هو الجهل بالرب تعالىٰ فقط وهذا النوع أشد أنواع الإرجاء و أخطرها[1]

’’اُن میں سے کچھ نے غلو اختیار کیا اور کہا کہ ایمان معرفت ہے اور یہ جہم بن صفوان اور اس کے موافق لوگوں کا قول ہے اور ان کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ ابلیس اور فرعون، ان پر اللہ کی لعنت ہو، مومن، کامل ایمان والے تھے، اور ان کے نزدیک کفر صرف ربّ تعالیٰ سے جہالت کا نام ہے اور یہ قسم اِرجا کی قسموں میں سے سب سے زیادہ سخت اور خطرناک ترین ہے۔‘‘

امام ابن تیمیہؒ اُن کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعند الجهمية إذا كان العلم في قلبه فهو مؤمن كامل الإيمان إيمانه كإيمان النبيين ولوقال وعمل ماذا [2]

’’ جہمیہ کے نزدیک جب دل میں (ربّ کے متعلق) علم ہے تو وہ کامل ایمان والا مؤمن ہے۔ اس کا ایمان نبیوں کے ایمان کی طرح ہے اگرچہ وہ کچھ بھی کہے اور کرے۔‘‘

---

1 الموسوعۃ المیسرۃ:2/1154

2 مجموع الفتاویٰ:7/143

ان کے نزدیک عمل قلب بھی ایمان میں شامل نہیں ہے۔

ایک اور جگہ آپؒ لکھتے ہیں:

ومنهم من لا يدخلها في الإيمان كجهم ومن اتبعه كالصالحی[1]

”عمل قلب کو ایمان میں داخل نہ کرنے والوں میں جہم اور اس کے پیروکار صالحی وغیرہ ہیں۔“

اور ایک جگہ مزید فرماتے ہیں:

”اوران کے نزدیک ایمان شے واحد دل میں ہے۔“[2]

مزید فرماتے ہیں:

الإيمان مجرد معرفة القلب وإن لم يقر بلسانه واشتد نكيرهم لذلك حتى أطلق وكيع بن الجراح وأحمد بن حنبل وغيرهما كفر من قال ذلك فإنه من أقوال الجهمية[3]

(ایک قول یہ ہے کہ) ”ایمان صرف معرفتِ قلب ہے اگرچہ زبان سے اقرار نہ بھی کرے۔ (ائمہ سلف نے) بڑی شدت سے ان کی تردید کی ہے حتیٰ کہ وکیع بن جراحؒ اور احمد بن حنبلؒ نے ایسے لوگوں پر کفر کا اطلاق کیا ہے اور بلاشبہ یہ جہمیہ کے اَقوال میں سے ہے۔“

ان کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

نظرت فی كلام اليهود والنصارىٰ والمجوس فما رأيت قومًا أضل في كفرهم من الجهمية وإني لأستجهل من لا يكفرهم إلا من يعرف كفرهم وقال: ما أبالي صليت خلف الجهمی والرافضی أم صليت خلف اليهود والنصارىٰ[4]

”میں نے یہود و نصاریٰ اور مجوس کے کلام میں غور و فکر کیا ہے پس میں نے کسی ایسی قوم کو نہیں

1 الایمان لابن تیمیہ: ص155

2 الایمان لابن تیمیہ: ص308

3 مجموع الفتاویٰ: 7/508

4 شرح السنۃ للبغوی: 1/195، 194؛ خلق افعال العباد: رقم 31، 51

دیکھا جو اپنے کفر میں جہمیہ سے بڑھ کر گمراہ ہو اور جو ان کی تکفیر نہیں کرتا میں اس کو جاہل سمجھتا ہوں سوائے اس کے جسے ان کے کفر کا علم ہی نہ ہو، اور (مزید) فرماتے ہیں: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں جہمی اور رافضی کے پیچھے نماز پڑھ لوں یا یہودی اور عیسائی کے پیچھے۔"

3) کرامیہ

یہ لوگ ابوعبداللہ محمد بن کرام المتوفی 255ھ کے پیروکار ہیں۔

ابوالفتح محمد عبدالکریم بن ابی بکر احمد شہرستانی راقم ہیں:

وقالوا: الإيمان هو الإقرار باللسان فقط دون التصديق ودون سائر الأعمال[1]

"اور (ان کرامیہ نے) کہا کہ ایمان دل سے تصدیق کرنے اور تمام اعمال کے بجائے صرف زبان سے اقرار کا نام ہے۔"

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

" ان کے نزدیک ایمان شے واحد ہے۔[2] "

ان کے نزدیک منافق بھی باعتبار دنیا مؤمن ہے بلکہ کامل مؤمن ہے، البتہ وہ آخرت میں عذابِ ابدی کا مستحق ہے۔ چنانچہ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے:

فالمنافقون عندهم مؤمنون كاملوا الإيمان[3]

"پس منافقین ان کے نزدیک مؤمن، کامل ایمان والے ہیں۔"

4) الماتریدیہ

اَبو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی کی طرف منسوب ایک کلامی فرقہ ہے۔ شارح عقیدہ طحاویہ امام ابن ابی العز حنفیؒ راقم ہیں:

---

1 الملل والنحل: 104/1

2 الایمان لابن تیمیہ: ص155، 308

3 شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ص332، الموسوعۃ المیسرۃ 1154/2، مجموع الفتاویٰ 56/13

أوالتصديق كما قاله أبومنصور الماتريدى[1]

”یا(ایمان صرف) تصدیق ہے جیسا کہ ابو منصور ماتریدی کا قول ہے۔“

مزید فرماتے ہیں:

ومنهم من يقول إن الإقرار باللسان ركن زائد ليس بأصلي وإلیٰ هذا ذهب أبومنصور الماتريدى [2]

”اور ان میں سے کچھ نے کہا کہ زبان سے اقرار (ایمان کے لیے) رکن زائد ہے، اصلی نہیں ہے اور ابو منصور ماتریدی اسی کے قائل ہیں۔“

موسوعہ المذاہب میں ہے:

ومن قال: إن الإيمان هوالتصديق هو أبومنصور الماتريدى ومن وافقه من الأشاعرة [3]

”جس نے کہا کہ ایمان (صرف) تصدیق ہے ابو منصور ماتریدی ہے اور اشاعرہ میں سے وہ (لوگ ہیں اس مسئلہ میں) جو اس کے موافق ہیں۔“

شارح عقائد نفسیہ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هٰذا الذي ذكره من أن الإيمان هو التصديق والإقرار مذهب بعض العلماء، وهو اختيار الإمام شمس الأئمة و فخر الإسلام رحمهما الله وذهب جمهور المحققين إلیٰ أنه التصديق بالقلب وإنما الإقرار شرط لإجراء الأحكام في الدنيا[4]

”یہ جو (مصنف نے) ذکر کیا کہ ایمان تصدیق اور اقرار ہے۔ (یہ) بعض علما کا مذہب ہے، اِمام شمس الائمہ اور فخر الاسلام بزدوی ؒ کا (بھی) پسندیدہ مذہب یہی ہے اور (جبکہ) جمہور محققین نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ ایمان دل سے تصدیق ہے اور اقرار صرف دنیا میں اجراے احکام کے

---

1 شرح العقیدہ الطحاویۃ لابن ابی العزا لحنفی: ص333

2 شرح العقیدہ لا ابن ابی العزا لحنفی: ص332؛ شرح عقید الطحاویۃ از مفتی احسان اللہ شائق:140

3 الموسوعۃ المیسرۃ 2/1154

4 شرح العقائد النسفیۃ: ص126 طبع بمبئ

لیے شرط ہے۔"

عقائد نسفیہ کی عبارت والإيمان لا يزيد ولا ينقص "اور ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم۔" کی شرح میں علامہ تفتانی راقم ہیں:

فهٰهنا مقامان: الأول أن الأعمال غير داخلة في الإيمان لما مرمن أن حقيقة الإيمان هوالتصديق[1]

"پس یہاں دو مقام ہیں: پہلا مقام یہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ یہ بات (پہلے) بیان ہو چکی ہیں کہ حقیقت ایمان تصدیق ہی ہے۔"

پھر اس پر مزید بحث کے بعد دوسرے مقام کو بیان فرماتے ہیں:

المقام الثاني أن حقيقة الإيمان لا تزيد ولا تنقص لما مر من أنه التصديق القلبي الذي بلغ حد الجزم والإذعان وهذا لا يتصور فيه زيادة ولا نقصان حتى أن من حصل له حقيقة التصديق فسواء أتى بالطاعات أوارتكب المعاصى فتصديقه باق علىٰ حاله لا تغير فيه أصلا [2]

"دوسرا مقام یہ ہے کہ بلاشبہ حقیقتِ ایمان نہ زیادہ ہوتی ہے اور نہ کم، کیونکہ یہ (بات پہلے) بیان ہو چکی ہے کہ ایمان وہ تصدیق قلبی ہے جو یقین اور تسلیم کر لینے کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو، اور اس میں زیادتی اور کمی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا حتیٰ کہ جس کو یہ حقیقت تصدیق حاصل ہو جائے پس (اس کے لئے) یکساں ہے کہ وہ نیک اعمال بجا لائے یا گناہوں کا ارتکاب کرے، پس اس کی تصدیق اپنی حالت پر باقی رہنے والی ہے، اصلاً اس میں کوئی تغیر (واقع) نہیں ہو گا۔"

ناقص الایمان مؤمن

ایک طرف تو آپ نے مرجئہ فقہا، جہمیہ، کرامیہ اور ماتریدیہ کے ایمان کے بارے میں مذکورہ بالا رجحانات کا مطالعہ کیا۔ آیئے دیکھیں کہ اہل السنّہ والجماعۃ کے نزدیک گناہ گار مسلمان کا ایمان کس حالت

1 شرح العقائد النسفیۃ: ص128

2 ایضاً: ص128

میں ہے۔ چنانچہ اہل السنّہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب مؤمن ناقص الایمان ہے۔ آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے اور وہ اَبدی جہنمی نہیں ہے، البتہ خوارج اور معتزلہ کے نزدیک یہ ابدی جہنمی ہے۔ اس کے نیک اعمال کا ثواب ضائع ہو جائے گا اور نبی ﷺ کی شفاعت بھی ان کے لیے کارگر ثابت نہیں ہو گی۔ البتہ خوارج اسے کافر کا نام دیتے ہیں اور معتزلہ فاسق کا، رہے مرجئہ تو وہ ان کے برعکس ہیں۔ موسوعہ المذاہب میں ہے:

إن مرتكب الكبيرة عندهم مؤمن كامل الإيمان ولا يضر إيمانه معصيته بل قال غلاة المرجئة: أنه لن يدخل النار من أهل التوحيد أحد مهما ارتكب من ذنوب وخطايا[1]

”کبیرہ گناہ کا مرتکب ان (مرجئہ) کے نزدیک مؤمن کامل الایمان ہے اور اس کی معصیت اس کے ایمان کو نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ غالی مرجئہ نے کہا کہ اہل توحید میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا خواہ جو بھی گناہ اس سے سرزد ہو جائیں۔“

امام ابن تیمیہؒ راقم ہیں:

فقالت المرجئة جهميتهم وغير جهميتهم هو مؤمن كامل الإيمان وأهل السنة والجماعة على أنه مؤمن ناقص الإيمان[2]

”مرجئہ (خواہ) جہمیہ ہوں یا دوسرے (سب ہی) کہتے ہیں کہ گناہ گار مؤمن، کامل الایمان ہے او راہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ مؤمن ناقص الایمان ہے۔“

نیز اہل السنۃ اس بات پر متفق ہیں کہ گناہگار مسلمان میں کم از کم اس قدر ایمان تو موجود ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ ابدی جہنمی نہیں ہو گا۔ لیکن کیا اسے صرف مسلمان ہی کہا جائے گا اور مؤمن کا نام نہیں دیا جائے گا یا اسے مؤمن بھی کہا جائے گا؟ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

والتحقيق أن يقال: إنه مؤمن ناقص الإيمان، مؤمن بإيمانه، فاسق

---

1 الموسوعۃ المیسرۃ: 2/1138

2 الایمان لابن تیمیہ: ص 278

بكبيرته، ولا يعطى اسم الإيمان المطلق[1]

"اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ یہ مؤمن، ناقص الایمان ہے اپنے ایمان کے سبب مؤمن ہے جبکہ کبیرہ گناہ کی وجہ سے فاسق ہے اور اسے ایمانِ مطلق کا نام نہیں دیا جائے گا۔"

اِیمان کے ناقص نہ ہونے کا سبب

مرجئہ کے نزدیک ایمان کے شے واحد ہونے اور مؤمن گنہگار کے ناقص الایمان نہ ہونے کے سبب کو امام ابن تیمیہؒ یوں بیان فرماتے ہیں:

قالت المرجئة على اختلاف فرقهم: لاتذهب الكبائرو ترك الواجبات الظاهرة شيئا من الإيمان إذ لوذهب شئ منه لا يبقى منه شئ فيكون شيئا واحدا يستوى فيه البر والفاجر[2]

"اپنے فرقوں کے اختلاف کے باوجود (سب) مرجئہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب اور واجبات ظاہرہ کا ترک ایمان میں کچھ بھی نقص و کمی پیدا نہیں کرتا کیونکہ اگر ایمان میں سے کوئی شئ کم ہو جائے (تو پھر) اس میں سے کوئی شئ باقی نہیں رہے گی پس ایمان شئ واحد ہے جس میں نیک و بد برابر ہیں۔"

کمال ایمان

امام آجریؒ رقم ہیں:

لا يتم له الإيمان إلا بالعمل[3] "عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔"

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

ودلالة الشرع على أن الأعمال من تمام الإيمان لاتحصى كثرة[4]

"اعمال ایمان کو پورا کرنے والے ہیں (اس پر) شریعت کے دلائل اس قدر زیادہ ہیں کہ کہ ان کو

1 الایمان لابن تیمیہ: ص190
2 ایضاً، صفحہ176
3 الشریعہ: ص125
4 الایمان: ص118

شمار نہیں کیا جاسکتا۔"

امام ابن تیمیہؒ مرجئہ جہمیہ اور غیر جہمیہ کی مسئلہ ایمان میں غلطی کی وجوہات کو بیان فرماتے ہوئے راقم ہیں:

أحدها: ظنهم أن الإيمان الذى فى القلب يكون تاما بدون العمل الذى فى القلب كمحبة الله وخشيته و خوفه والتوكل عليه والشوق إلى لقائه.
والثاني: ظنهم أن الإيمان الذي في القلب يكون تاما بدون العمل الظاهر وهذا يقول به جميع المرجئة[1]

"ان کا یہ گمان کرنا کہ عمل قلب جیسا کہ اللہ کی محبت، خوف، اس پر توکل اور اس کی ملاقات کے شوق کے بغیر ہی ایمان قلب مکمل ہے اور دوسری غلطی ان کا یہ گمان ہے کہ عمل ظاہری کے بغیر ہی دل کا ایمان مکمل ہے اور تمام مرجئہ اس کے قائل ہیں۔"

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

فالسلف قالوا: هو اعتقاد بالقلب و نطق باللسان وعمل بالأركان، وأرادو بذالك أن الأعمال شرط فى كماله ومن هنا نشألهم القول بالزيادة والنقص كما سيأتي و المرجئة قالوا: هو اعتقاد ونطق فقط، والمعتزلة قالوا: هو العمل والنطق والإعتقاد والفارق بينهم و بين السلف أنهم جعلوا الأعمال شرطا فى صحته والسلف جعلوها شرطا فى كماله[2]

"سلف نے کہا کہ (ایمان) دل سے اعتقاد، زبان سے اقرار اور عمل بالأرکان ہے اور اس سے ان کی مراد ہے کہ اعمال کمال ایمان کے لیے شرط ہیں اور یہیں سے (ایمان کے) زیادہ اور کم ہونے کا قول پیدا ہوا اور مرجئہ نے کہا کہ ایمان صرف اعتقاد اور اقرار ہے اور معتزلہ نے کہا کہ ایمان عمل، اقرار اور اعتقاد ہے ان (معتزلہ) اور سلف کے درمیان فرق کرنے والی چیز یہ ہے کہ انہوں

1 الایمان: ص 286،285
2 فتح الباری: 1/64

نے اعمال کو صحت ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے اور سلف نے اعمال کو کمال ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے۔"

خلاصۂ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہمیہ کے نزدیک ایمان رب تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور کفر اس سے جہالت کا۔

جبکہ شیخ البانیؒ فرماتے ہیں:

المعرفة بالشئ لاتعنى الإيمان به[1]

"کسی چیز کی (صرف) معرفت (حاصل ہو جانے) سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کے ساتھ اسے ایمان بھی حاصل ہو گیا ہے۔"

ماتریدیہ وغیرہ کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق ہے۔

اور مرجئہ فقہا کے نزدیک ایمان، دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے جبکہ اہلسنت، سلف صالحین کے نزدیک ایمان اعتقاد، زبان سے اقرار اور عمل سے عبارت ہے اور جو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ البانیؒ ان پر شدید نکیر اور تردید فرماتے ہیں۔[2]

مرجئہ کے نزدیک اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔ جبکہ سلف کے نزدیک اعمال ایمان کا جزء ہیں اور ترجمان سلف علامہ البانیؒ کے نزدیک بھی اعمال ایمان کا جزء ہیں۔[3]

جہمیہ وغیرہ کے نزدیک اعمال قلوب بھی ایمان کا جز نہیں ہیں۔ جبکہ شیخ البانیؒ کے نزدیک اعمال قلوب ایمان کا جز ہیں۔[4]

سلف کے نزدیک مرجئہ میں سے کوئی بھی اعمال کو کمال ایمان کے لیے شرط تسلیم نہیں کرتا۔ اور بعض حضرات کا یہ کہنا کہ "مرجئہ ایمان کے لیے مطلق اعمال کو شرط کمال قرار دیتے ہیں" انتہائی مضحکہ خیز

---

1 موسوعۃ الالبانی:4/145

2 مقدمہ شرح عقیدہ طحاویہ لابن ابی العز: ص57

3 الذب الاحمد للالبانی: ص32، موسوعہ الالبانی:4/127

4 موسوعۃ الالبانی:4/35

ہے۔

کیونکہ مرجئہ کے نزدیک تو ایمان شئ واحد ہے اس میں نیک و بد برابر ہیں، ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہی نہیں، گنہگار بھی کامل الایمان ہے نہ کہ ناقص الایمان لہٰذا ان کے نزدیک اعمال ایمان کے لئے شرط کمال کیونکر قرار پائیں گے؟

مرجئہ کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ جبکہ اہلسنت کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ اور شیخ البانیؒ فرماتے ہیں:

إننی أخالفهم مخالفة جذرية فأقول:الإيمان يزيد و ينقص وإن الأعمال الصالحة من الإيمان وأنه يجوز الإستثناء فيه خلافا للمرجئة[1]

"بلاشبہ میری ان (مرجئہ کے تمام فرقوں) سے بنیادی مخالفت ہے میں کہتا ہوں کہ ایمان زیادہ او رکم ہوتا ہے، یقیناً اعمال صالحہ ایمان کا جز ہیں اوراس میں استثنا جائز ہے اور یہ (باتیں) مرجئہ کے خلاف ہیں۔"

اِرجا کا الزام

لہٰذا بعض حضرات کی طرف سے سلف کے پیروکار 'اہل السنّہ والجماعہ' جن کے نزدیک ایمان قول وعمل سے مرکب ہے، اور اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے، کو مرجئہ اور جہمیہ ہونے کا الزام دینا انتہائی لغو ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

قيل لابن المبارك ترى الإرجاء؟ قال أنا أقول: الإيمان قول وعمل و كيف أكون مرجئًا[2]

"عبد اللہ بن مبارکؒ سے کہا گیا کہ آپ اِرجا (کا عقیدہ) رکھتے ہیں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا: میں کہتا ہوں کہ ایمان قول و عمل ہے، لہٰذا میں مرجئہ کیونکر ہوں گا۔"

1 السلسلۃ الصحیحۃ:7/153

2 السنۃ للخلال:2/566 الرقم:964

امام ابو محمد حسن بن محمد بن علی بن خلف البر بہاریؒ متوفی 329ھ فرماتے ہیں:

من قال: الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص فقد خرج من الإرجاء أوله وآخره[1]

"جس نے کہا کہ ایمان قول و عمل ہے، زیادہ اور کم ہوتا ہے، یقیناً وہ اِرجا سے اوّل و آخر نکل گیا۔"

اسی لئے ناصر بن عبد الکریم العقل راقم ہیں:

أنه ليس كل من رمي بالإرجاء فهو مرجيء لاسيما في عصرنا هٰذا، فإن أصحاب النزعات التكفيرية وأهل التشدد سواء فمن كانوا على مذاهب الخوارج أو من دونهم من الذين يجهلون قواعد السلف في الأسماء والأحكام، أقول: إن أصحاب هذه النزعات صاروا يرمون المخالفين لهم من العلماء وطلاب العلم بأنهم مرجئة وأكثر ما يكون ذلك من مسائل الحكم بغير ما أنزل الله ومسائل الولاء والبراء و نحوها[2]

"ہر وہ شخص جس کی طرف اِرجا کی نسبت کی جائے، ضروری نہیں کہ وہ مرجئہ ہی ہو، خاص طور پر ہمارے اس زمانے میں (کیونکہ) تکفیری رجحانات کے حامل اور متشدد حضرات، خواہ وہ خوارج کے مذاہب پر ہوں یا ان کے علاوہ ایسے لوگ ہوں جو اسماء و احکام میں سلف کے اُصول و قواعد سے جاہل ہیں، ایسے رجحانات کے حامل حضرات اپنے مخالف علما اور طالب علموں پر مرجئہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور یہ اکثر الحكم بغير ما أنزل الله اور الولاء والبراء جیسے مسائل میں ہوتا ہے۔"

اور یہ بھی صرف ان حضرات کے خاص ماہرانہ تحقیقی ذوق کا ہی کرشمہ ہے کہ جس نے عمل کو ایمان کا جز قرار دینے والے اور اس میں کمی و بیشی کے قائل جمہور ائمہ فقہ و حدیث کے اصل عقیدے اور کمزوری کو پہچان لیا ہے (بقول ان کے) اور صدیوں بعد سب سے پہلے یہ سعادت بھی کسی اور کے نہیں بلکہ اِن حضرات کے حصے میں ہی آئی ہے۔

---

1 شرح السنۃ للبر بہاری: ص 123 طبعہ سابعہ 1428ھ دار صمیعی، سعودی عرب، دوسرا نسخہ: ص 57

2 القدرية والمرجئة: ص 121

جناب ابو عزیر عبد الالہ یوسف جزائری صاحب اپنی کتاب 'انحرافات در صالح الفوزان فی مسئلۃ الایمان' میں امام ابن عبد البرؒ کے تارکِ صلاۃ کی تکفیر کے متعلق اختلاف کو بیان کرتے ہوئے عدم تکفیر کے قول کی نسبت جمہور کی طرف کرنے کے، قول کو ان کی کتاب 'التمہید'[1] سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

لقد انتسب إلى قول الجمهور الذي لهم وعك في اعتقادهم[2]

اور اعمال کو کمالِ ایمان کے لیے واجب قرار دینے کی وجہ سے ان جمہور ائمہ کو مرجئہ کہتے ہوئے اور مسمی ایمان میں کمال کو سرچشمہ بدعت قرار دیتے ہوئے موصوف راقم ہیں:

أنه أوجب الأعمال وجوبا كماليا وليس أصليا في مسمى الإيمان وهذا القول هو ينبوع بدعية شر الكمال في مسمى الإيمان[3]

نیز فرماتے ہیں:

ولا يعرف ذلك إلا الذكى المتمرس وليس الحاطب ــ وابن عبد البر ــ الموافق للجمهور وهم (مرجئة الفقهاء)في مسئلة الإيمان[4]

اور ایک جگہ فخریہ انداز میں کہتے ہیں:

فظفرت بما جعلني اضرب به المثل هنا ووجدته يوافق المرجئة في معتقدهم صراحة لنظرة قاصرة كانت منه في الدليل والمدلول[5]

قارئین کرام !(ہمارا مقصد یہاں تارکِ صلوٰۃ کے بارے میں کوئی حکم لگانا یا اس کو راجح قرار دینا نہیں ہے بلکہ) ہم امام ابن عبد البرؒ کا بیان آپ کے سامنے رکھتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ وہ جمہور کون ہیں جن پر یہ حضرات مرجئہ ہونے کا الزام لگا رہے ہیں اور ان کی موافقت کا امام ابن عبد البرؒ کو طعنہ دیا جا رہا ہے۔

امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:

"(امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے سوا) حجاز، عراق، شام اور مصر سے وہ تمام فقہا جو اجتہاد و

1 التمہید:4/164 تحت حدیث ثان لابن شہاب عن سالم

2 انحرافات ڈاکٹر صالح الفوزان فی مسئلۃ الایمان: ص16

3 ایضاً

4 ایضا:ص29

5 انحرافات ڈاکٹر صالح الفوزان فی مسئلۃ الایمان: ص11

آثار سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں امام مالک بن انس، لیث بن سعد، سفیان ثوری، اوزاعی، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید قاسم بن سلام، داؤد بن علی، طبری∑ اور وہ لوگ جو ان کے طریقہ کار پر ہیں، (سب) نے کہا کہ ایمان قول و عمل ہے، زبان سے اقرار، دل سے اعتقاد اور عمل بالجوارح جس میں سچی نیت کے ساتھ اخلاص بھی ہو، ان (سب) نے کہا کہ ہر وہ فرض و نفل جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے، ایمان میں سے ہے۔ نیک اعمال کے ساتھ ایمان زیادہ ہوتا ہے اور گناہوں سے کم، وأهل الذنوب عندهم مؤمنون غير مستكملي الإيمان من أجل ذنوبهم و إنما صاروا ناقصی الإيمان بإرتكابهم الكبائر اور ان کے نزدیک گنہگار مؤمن ہیں البتہ گناہوں کی وجہ سے مکمل ایمان والے نہیں ہیں، وہ تو کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ناقص الایمان ہیں۔"[1]

امام ابن عبد البر چند دلائل نقل کرنے کے بعد مزید فرماتے ہیں:

أوضح الدلائل على صحة قولنا: إن مرتكب الذنوب ناقص الإيمان بفعله ذلك وليس بكافر كما زعمت الخوارج [2]

"(یہ) واضح دلائل ہیں ہمارے اس قول کی صحت پر کہ گناہوں کا مرتکب اپنے اس فعل کی وجہ سے ناقص الایمان ہے اور وہ کافر نہیں جیسا کہ خوارج کا گمان ہے۔"

اسلاف اور ائمہ دین کے درمیان تارک صلاۃ کی تکفیر کے متعلق اختلاف معروف تھا تو کیا امام احمدؒ نے بھی اس بنا پر امام زہری، امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے نظریہ کے حاملین کے اعتقاد پر اس طرح طعن کیا اور ان پر ایسے الزامات و القابات چسپاں کیے تھے؟ یقیناً جواب نفی میں ملے گا۔

حماد بن زید سے سوال کیا گیا:

من المرجئة؟ قال: الذين يقولون: الإيمان قول بلا عمل[3]

"مرجئہ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے عمل کے

---

1 التمہید لابن عبد البر: 4/159، 156، الایمان از ابن تیمیہ: ص 259

2 التمہید 4/160 زیر حدیث دوم، از ابن شہاب عن سالم

3 الایمان لابن تیمیہ: ص 202

بغیر۔"

ابو الحارث کہتے ہیں:

وسئل أبو عبد الله وأنا أسمع عن الإرجاء ما هو؟ قال من قال: الإيمان قول فهو مرجئي . والسنة أن تقول: الإيمان قول و عمل، يزيد وينقص[1]

"میں سُن رہا تھا کہ ابو عبد اللہ (امام احمدؒ) سے سوال کیا گیا کہ اِرجاء کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس نے کہا ایمان قول ہے پس وہ مرجئہ ہے (سلف کا) طریقہ یہ ہے کہ تو کہے کہ ایمان قول و عمل ہے، کم اور زیادہ ہوتا ہے۔"

امام ابو جعفر طبریؒ فرماتے ہیں:

هذا الإسم فيمن كان من قوله الإيمان قول بلا عمل وفيمن كان مذهبه أن الشرائع ليست من الإيمان[2]

"یہ نام (مرجئہ) ان لوگوں کا ہے جن کا موقف ہے کہ ایمان قول ہے عمل کے بغیر اور یہ اُن کا (نام ہے) جن کا مذہب ہے کہ شرعی احکام واعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔"

البتہ خوارج اور معتزلہ، سلف کے زمانہ میں بھی اپنے مخالفین، اہلسنت والجماعت اور ان کے ائمہ و علما کو مرجئہ ہونے کا الزام دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ شیبان نے عبد اللہ بن مبارکؒ سے کہا:

يا أبا عبدالرحمٰن! ما تقول فيمن يزني ويشرب الخمر ونحو هذا أمؤمن هو؟ قال ابن المبارك: لا أخرجه من الإيمان فقال: علىٰ كبر سن صرت مرجئًا. فقال له ابن المبارك: أن المرجئة لا تقبلني، أنا أقول: الإيمان يزيد والمرجئة لا تقول ذلك والمرجئة تقول حسناتنا متقبلة وأنا لا أعلم تقبلت منى حسنة؟ وما أحوجك إلى أن تأخذ سبورة فتجالس العلماء[3]

"اے ابو عبد الرحمٰن (یعنی عبد اللہ بن مبارکؒ) آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو زنا

1 السنة للخلال:2/566،الرقم:964

2 تہذیب الآثار:2/182

3 مسند اسحٰق بن راہویہ:3/670بحوالہ السلسلة الصحيحة:7/154،موسوعة الالبانی:4/151

کرتا، شراب پیتا اور اس طرح کے کام کرتا ہے، کیا وہ مؤمن ہے؟ تو عبداللہ بن مبارکؒ نے جواب دیا کہ میں اسے ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ تو اس نے کہا کہ آپ بڑھاپے کی حالت میں مرجئہ ہو گئے ہیں؟ تو عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کہ بلاشبہ مرجئہ مجھے قبول نہیں کریں گے (یعنی میرا کسی صورت بھی مرجئہ میں شمار نہیں ہو سکتا) کیونکہ میں کہتا ہوں کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے جبکہ مرجئہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ مرجئہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں (قطعی طور پر) قبول کا درجہ پانے والی ہیں جبکہ میں نہیں جانتا کہ میری نیکی قبول ہوئی (یا کہ نہیں)۔ تو (اس بات کا) کس قدر محتاج ہے کہ ڈسٹر پکڑ کر علما کی مجلس میں بیٹھے۔"